درسِ قرآن

تفسیر سورت عنکبوت

پروفیسر مقبول احمد صاحب قاضی

الم۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَن یُّترَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکَاذِبِیْنَ۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَاءَ مَا یَحْکُمُوْنَ، مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

ترجمہ:۔ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔ اور ہم نے آزمایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے سو اللہ معلوم کرے گا جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جو جھوٹے ہیں۔ کیا جو لوگ برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بازی لے جائیں گے۔ بری بات ہے جس کا انہوں نے فیصلہ کیا۔ جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی ملاقات کی سو اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مفردات:۔ اَحَسِبَ۔ کیا گمان کیا، خیال کیا۔ اَنْ یُّترَکُوْا: کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ لَا یُفْتَنُوْنَ ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔ فَتَنَّا۔ ہم نے آزمائش کی مِنْ قَبْلِهِمْ جو لوگ ان سے پہلے تھے۔ فَلَیَعْلَمَنَّ پس معلوم کرے گا۔ صَدَقُوْا۔ جنہوں نے سچ کہا۔ کٰذِبِیْن جھوٹ بولنے والے سَیِّئَات برائیاں۔ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کہ ہم سے بازی لے جائیں گے۔ سَاءَ برا ہے مَا یَحْکُمُوْنَ جو انہوں نے فیصلہ کیا یَرْجُوْا۔ امید رکھتا ہے۔ لِقَاءَ اللّٰه اللہ کی ملاقات۔ اَجَلَ اللّٰه اللہ کا وعدہ۔ لَاٰت۔ آنے والا ہے۔

آیت نمبر ۲:۔ اس آیتِ مقدسہ میں استفہام انکاری ہے۔ آیت کا معنی و مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو قبولِ اسلام اور اقرارِ ایمان کے بعد مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے تاکہ ان کا صبر و ثبات اخلاص و اتقان اور صحت عقائد و اعمال کا پتہ چل سکے۔ جس شخص کے دل میں جس قدر ایمان ہوگا

اسی قدر اس پر آزمائش زیادہ آئیں گی۔ ایک صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

" سب سے زیادہ ابتلاء و امتحان انبیاء کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دیگر صالحین کا۔ اور پھر اس طرح درجہ بدرجہ۔ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اس کے دین اور ایمان کی مناسبت سے آزماتا ہے۔ جس کا جتنا زیادہ ایمان ہوگا اس پر اسی قدر آزمائشیں آئیں گی"۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ اور ابھی تک اللہ نے تم سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے جہاد کیا اور نہیں جانا تم میں سے صبر کرنے والوں کو۔

اور اللہ کی یہ آزمائش اپنے بندوں پر کئی طرح سے ہوتی ہے۔ کبھی انہیں راہ حق میں ترک وطن کرنا پڑتا ہے۔ مال اور جان کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے ہتھیلی پر جان رکھ کر اور سر بکفن میدان کارزار میں نکلنا پڑتا ہے۔ کبھی انہیں قحط اور جوع و افلاس کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ مخالفین کی اذیتوں پر صبر و استقلال سے جادۂ حق پر گامزن رہنا پڑتا ہے۔ اسی طرح قبولِ اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرائض کی بجا آوری اور نواہی و منکرات سے بچنے کا حکم دیکر بھی آزماتا ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ بھی ایک امتحان ہیں، بلکہ مسلمانوں کے دعویٰ اسلام پر عملی شہادت اور گواہی ہیں۔ ان تمام آزمائشوں کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے نیک، راسخ العقیدہ اور مومن بندے میں اور منافق مضطرب الحال اور فساق و فجار میں تمیز و تفریق پیدا ہو جائے۔

آیت نمبر ۳:۔ جب اس سے ماقبل آیت میں مسلمانوں کو یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ابتلاء و امتحان میں ڈالے گا تو پھر اس کے بعد یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ آزماتا رہا ہے۔ آپ سے پہلے انبیاء و صلحاء کو اللہ نے آزمایا اور اس قدر سخت آزمایا کہ امتِ محمدیہ کی آزمائش ان کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب۔

امم سابقہ میں بعض مومنوں کو آرے سے چیر دیا گیا۔ بعض پر لوہے کی کنگیاں چلائی گئیں اور

ان کا گوشت ہڈیوں سے علیحدہ کر دیا گیا مگر۔ اس عذاب الیم کے باوجود وہ ایمان پر قائم رہے اور کفار کا ظلم و ستم ان کو راہ حق سے نہ ہٹا سکا۔ صحیح بخاری میں حضرت خباب بن ارت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قد كان من قبلكم يوخذ فيوضع المنشار على رأسه فيفرق فرقتين ما يصرفه ذالك عن دينه ويمتشط بامشاط الحديد ما دون عظمه من لحم وعصب ما يصرفه ذالك عن دينه

تم سے قبل امتوں میں ایسے لوگ بھی تھے جن کو پکڑ کر ان پر آری چلا دی گئی اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے مگر یہ بات انہیں دین و ایمان سے نہ ہٹا سکی۔ ایسے بھی تھے جن کا گوشت اور اعصاب لوہے کی کنگیوں سے اکھاڑ کر ہڈیوں سے جدا کر دیا گیا مگر یہ ظلم بھی انہیں راہ توحید سے نہ ہٹا سکا۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر جو مظالم ڈھائے وہ سب پر عیاں ہیں۔ نومولود بچوں کا قتل ایک بھیانک جرم تھا اور جور و جفا کی انتہا تھی جو اس سفاک نے بنی اسرائیل پر روا رکھی۔ قرآن مجید نے اسے سوء العذاب کے نام سے موسوم کیا ہے مگر اس کے باوجود بنی اسرائیل نے فرعون کی خدائی کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو شعلہ زن آگ میں پھینک دیا گیا۔ مگر ان کے منہ سے حرف شکایت نہ نکلا۔ مگر اس ظلم و ستم کا وقفہ بہت کم ہوتا ہے۔ آخر کار اس کی کشتی ڈوب جاتی ہے اور حق کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔

ان تمام واقعات سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور انبیاء و مومنین سابقہ پر جو جور و جفا روا رکھا گیا۔ ان سے ایک بات بالکل واضح اور صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس آزمائش میں ان بندگان حق پرست کو خدا تعالیٰ نے ڈالا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اپنی مخلوق سے جدا اور بائن ہے اور وحدۃ الوجود کا نظریہ و عقیدہ باطل اور ضلالت پر مبنی ہے۔ باری تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور مخلوق خدا اس سے بائن ہے ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ اگر عقیدہ وحدۃ الوجود برحق ہے تو اس نبی یا امتی کو آرے سے چیرا گیا وہ (نعوذ باللہ) خدا کو ہی چیرا گیا تھا۔ جس کا گوشت لوہے کی کنگیوں سے کاٹا گیا۔ وہ دراصل خدا کا گوشت تھا لہٰذا یہ عقیدہ اس بنا پر توہین باری تعالیٰ کے مترادف ہے جو صریحاً اسلامی عقیدہ کے منافی ہے

وحدۃ الوجود کا عقیدہ دراصل جہمیت کی پیداوار ہے جو دھریت والی پر مبنی ہے۔ اس عقیدہ کی رو سے خدا کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ بلکہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ غلاظت اور کتے بلیاں بھی خدا ہی ہیں۔ اس عقیدہ کی رو سے حلال و حرام میں تمیز نہیں زنا اور نکاح میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ

اس عقیدہ کے عظیم داعی ابن عربی کا کہنا ہے کہ تمام ذوات عدم میں موجود ہیں۔ یہ عالم قدیم ہے ہر کلام کلام اللہ ہے

فکل کلام فی الوجود کلامہ سواء علینا نظمہ و نثرہ۔

اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی کیونکہ کوئی بھی اپنے نفس اور اپنی ذات کا خالق نہیں ہو سکتا اور یہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ در اصل خدا ہی کا وجود ہے۔ ابن عربی کے مطابق فرعون دوزخی نہیں ہے اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا پر بنی اسرائیل کی اس لیے مذمت کی تھی کہ انہوں نے صرف ایک اس بچھڑے کی عبادت پر کیوں اکتفا کیا۔ جب ہر موجود چیز خدا ہے تو پھر ایک بچھڑے پر اکتفا کیوں کیا گیا۔ ابن عربی اپنے ان کی فاسد، باطل اور گمراہ کن نظریات کی بناء پر ہمیشہ اہل حق اور ائمہ سلف کی نگاہ میں قابل نفریں ٹھہرا۔

عقیدہ وحدۃ الوجود اور حنفیہ:۔ وحدۃ الوجود کا یہ گمراہ کن عقیدہ جو در اصل جہمیہ کے نظریات کی پیداوار ہے کم و بیش تمام مقلدین صوفیاء و مشائخ میں پایا جاتا ہے۔ خصوصاً حنفیہ میں اس کا زیادہ ہی پر جوش استقبال کیا گیا ہے، حنفیہ میں اس عقیدہ کی پذیرائی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس عقیدہ کے جراثیم حضرات ائمہ احناف میں بھی پائے جاتے تھے۔ چنانچہ امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد بن حسن کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تمام آئمہ کبار یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ:۔

تعالیٰ عن الحدود والغایات والارکان ولا تحویہ الجہات۔

اللہ تعالیٰ حدود و جہۃ اور غایات و ارکان سے منزہ و مبرہ ہے

حدود اور جہۃ سے منزہ ہونے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ عرش پر مستوی نہیں اور نہ ہی وہ مخلوق سے جدا اور بائن ہے، لہٰذا خدا اور کائنات ایک ہی چیز ہے۔ چنانچہ کوثری مرحوم نے واضح طور پر لکھا کہ:۔

ان الائمۃ المتبوعین من ابعد الناس عن القول بان اللہ فی السماء (مقالات ۲۸۱)

چاروں ائمہ کا اس عقیدہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں کہ اللہ آسمان پر ہے۔

علامہ کوثری مرحوم نے دیگر تین ائمہ کو تو محض اس عقیدہ میں ملوث کیا ہے۔ در اصل وہ اپنے امام عالی مقام کا عقیدہ بیان کرنا چاہتے ہیں، مگر اس غرض سے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام عالی مقام اس عقیدہ میں تنہا ہیں۔ کوثری نے انتہائی چابکدستی اور عیاری سے دیگر ائمہ ثلاثہ کا نام بھی اپنے امام کے

نام کے ساتھ نتھی کر دیا۔ حالانکہ وہ تینوں امام اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسمان پر عرش پر مستوی ہے اور مخلوق سے بائن اور جدا ہے۔ علامہ کوثری کی اس تالیف مقالات کوثری کا مقدمہ مشہور حنفی مقلد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے لکھا ہے اور اس میں موصوف نے کوثری اور ان کے خیالات و عقائد کی بے حد تعریف کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک حنفی ہونے کے ناطے سے مولانا بنوری بھی حضرت آئمہ احناف کی طرف اس عقیدہ کی

نسبت کو درست اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ خود علامہ کوثری بھی عقیدہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف اسلیے حاصل نہ ہوا تھا کہ اس سے قرب حق تعالیٰ کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ عرش پر ہے ہی نہیں تو قرب کیسا اور تقرب کیسا کوثری مرحوم کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت مت دو اس کی وجہ یہ ہے کہ سمندر کی تہہ میں جہاں ظلمات در ظلمات تھے اور عرشِ بریں جہاں آپؐ شبِ معراج گئے تھے۔ خدا کی نسبت کے اعتبار سے دونوں مقامات برابر اور ایک جیسے

ہیں۔ خدا مچھلی کے پیٹ میں موجود تھا۔ اور عرش پر بھی گویا چونکہ ہر چیز خدا ہے لہٰذا عرش اور فرش میں کوئی فرق نہیں، کوثری مرحوم نے جو کہ آج کل برصغیر پاک و ہند کے علماء احناف کی آنکھ کا تارا ہے اور وہ اکثر اس کے ارشادات کو اپنے مضامین و مقالات میں نقل بھی کرتے رہتے ہیں بڑے فخر اور ابنساط سے یہ بھی فرمایا ہے کہ شیخ اسمٰعیل جو تفسیر روح المعانی کے مولف ہیں اور بڑے بزرگ حنفی ہیں وہ عقیدہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور اس عقیدہ کی بنا پر انھیں اکثر مرتبہ مبتلاء محن ہونا پڑا۔

عہدِ حاضر کے عظیم صوفی اور پیرِ طریقت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا رجحان بھی عقیدۃ وحدۃ الوجود کی طرف نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ ابن عربی جس کے مفسدانہ نظریات پہ بیان کئے جا چکے ہیں کی تعریف و توصیف میں فرماتے ہیں۔

شیخ ابن عربی کو ان کے زمانہ میں بہت لوگوں نے کافر و زندیق کہا۔ حتیٰ کہ مرنے کے بعد ان کی قبر پر سالہا سال پاخانہ پڑتا رہا لو کیا جہال کے ان افعال سے نعوذ باللہ (اللہ کی پناہ) شیخ کا درجہ گھٹ گیا ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ایک زمانہ

باقی صفحہ ۵۶ پر